ضیاءالدین احمد برنی کے نام مشاہیر کے غیر مطبوعہ خطوط کا اہم ذخیرہ

ڈاکٹر رفیق احمد*

Abstract:

Some people have endeavoured to build an argument as to Muslim cultural influence exerted on Sub continent in Middle Ages in line with European colonialism. This article aims at investigating the nature and the structure of Muslim cultural impact. It has been asserted that European colonialism was the direct product of capitalist industrialism while Muslim rule in middle ages was characterised by feudalism and this historical fact has played a vital role as to fixing on the configuration of cultural influences of both nations. It has also been highlighted that there existed resistance against hegemonic forms of political, economical and cultural impact during Muslim rule which found its expression in folk poetry of local languages.

ضیاءالدین احمد برنی ۳رفروری ۱۸۹۰ءکو دہلی میں پیدا ہوئے۔انہوں نے دہلی کی مشہور انگریزی درسگاہ سینٹ اسٹیفنز کالج سے ۱۹۱۳ء میں بی اے کیا۔ان کا تعلق مذہبی اور علمی گھرانے سے تھا۔اُن کے والد منشی محمد الدین نے ۱۸۸۶ء میں گوجرانوالہ کے قصبے جنڈیالہ ڈھاب والا سے ہجرت کر کے دہلی میں سکونت اختیار کی اور ثم الدہلوی کہلوانا پسند کیا۔(۱) منشی صاحب خوش نویس اور خطاط تھے،انہیں غلافِ کعبہ کی خطاطی کا شرف بھی حاصل ہوا۔اہلِ ہند نے انہیں ''سرتاجِ خوش نویسانِ ہند'' کے پُرشکوہ خطاب سے نوازا(۲) ۱۹۰۱ء میں دہلی سے ''دارالعلوم'' نامی اخبار جاری کیا جس میں ڈپٹی نذیر احمد اور سید احمد دہلوی (مولفِ فرہنگِ آصفیہ) جیسے نابغۂ روزگار کی تحریریں شائع ہوا کرتی تھیں(۳)۔ان کے مراسم وتعلقات اس دور کے مشاہیر سے تھے۔ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہان پوری نے ان کے علم وفضل سے متعلق لکھا ہے کہ ''منشی صاحب مرحوم عربی وفارسی کے فاضل تھے۔ترجمان القرآن کی پہلی جلد،طبع اوّل کی کتابت انہیں نے کی تھی۔ایک طرف تو کتابت کرتے دوسری طرف علوم ومعارفِ قرآنی پر مولانا [ابوالکلام آزاد] سے گفتگو فرماتے۔''(۴)

ضیاءالدین احمد برنی کے برادرِ بزرگ منشی عبدالقدیر کی زندگی کا بیشتر حصہ ملک وقوم کی خدمت اور اردو

* شعبہ اُردو،سندھ یونیورسٹی،جامشورو

زبان کے فروغ وتحفظ میں گزرا۔ وہ ہفتہ وار اخبار ''قاصد''(۵) اور ایک انوکھے روزنامے ''چلتا پھرتا'' اخبار کے مالک و مدیر تھے۔(۶) ملا واحدی نے انہیں مولانا محمد علی، مولانا شوکت علی، حکیم اجمل خاں، ڈاکٹر مختار الدین احمد انصاری اور بیرسٹر آصف علی کا ہاتھ پاؤں قرار دیا ہے۔(۷) وہ کئی اہم کتابوں کے مصنف تھے جن میں ''اردو لغات'' (آٹھ جلدیں)، ''لغاتِ محاورات اردو'' اور ''دلی میں پچھتر برس'' قابلِ ذکر ہیں۔

برنی کی چھوٹی بہن فاطمۃ الکبریٰ بھی برصغیر کی نامور خواتین میں اپنے فن خوش نویس کے باعث نمایاں رہیں۔ انہوں نے کئی کلام پاک تحریر کیے اور انعامات سے نوازی گئیں۔

برنی کے چھوٹے بھائی منشی محمد یوسف دہلوی نے اپنے فن خطاطی کے باعث ''خطاطِ پاکستان'' کا خطاب پایا۔ انہوں نے پاکستان کے وجود میں آنے کے بعد وزیر اعظم خان لیاقت علی خان کی درخواست پر پاکستانی کرنسی نوٹوں پر اردو عبارتیں لکھیں۔(۸)

یہ وہ خاندانی پس منظر ہے جس نے برنی کی ذہنی، فکری اور علمی تربیت کی۔ اسکول ہی کے زمانے میں اُن کا تعلق خواجہ حسن نظامی سے قائم ہو گیا تھا جن کی صحبت نے برنی میں رواداری، احترامِ انسانیت اور برداشت جیسے اوصاف میں تازگی اور پختگی پیدا کی۔ اُنہی کی تربیت نے برنی میں سادہ و پُرکار نثر لکھنے کی خوبی کو اجاگر کیا۔ ''برنی'' لقب بھی خواجہ حسن نظامی ہی کا عطا کردہ ہے۔(۹)

۱۹۱۳ء میں بی اے میں کامیاب ہونے کے بعد برنی نے مولانا محمد علی جوہر کی خواہش پر روزنامہ ''ہمدرد'' میں ''اسسٹنٹ ایڈیٹر'' کی حیثیت سے کام کیا۔(۱۰) جولائی ۱۹۱۵ء سے فروری ۱۹۱۸ء تک کانپور کے تھیوسوفیکل ہائی اسکول اور جون ۱۹۱۸ء تک بمبئی (ممبئی) کے انجمنِ اسلام ہائی اسکول میں بطور معلم خدمات انجام دیں۔(۱۱) اُسی دوران الہ آباد یونیورسٹی سے ۱۹۱۷ء میں فارسی میں ایم اے سال اول پاس کیا۔(۱۲) جولائی ۱۹۱۸ء میں ''اورینٹل ٹرانسلیٹر آفس''، بمبئی میں اردو مترجم کی حیثیت سے ملازم ہوئے اور فروری ۱۹۴۵ء میں سینئر ٹرانسلیٹر آفیسر کی حیثیت سے اپنے عہدے سے سبک دوش ہو گئے۔(۱۳) قیامِ پاکستان کے بعد ۱۹۴۷ء میں کراچی میں مستقل سکونت اختیار کی۔ یہاں بھی انہوں نے تصنیف و تالیف کا سلسلہ جاری رکھا۔ دسمبر ۱۹۵۵ء میں ان کی ادارت میں ''کتابی دنیا'' کے نام سے ایک منفرد علمی و ادبی رسالہ جاری کیا گیا، جو ان کی وفات تک بغیر کسی تعطل کے جاری رہا۔ برنی ایک بھرپور علمی، ادبی اور صحافتی زندگی گزار کر ۱۳ مئی ۱۹۶۹ء کو دنیائے فانی سے رخصت ہوئے۔ انہوں نے چالیس سے زائد تصنیفات و تالیفات یادگار چھوڑی ہیں۔ جن میں بعض اب بھی منتظر اشاعت ہیں۔

برنی کو یہ شرف حاصل رہا ہے کہ انہوں نے سائل دہلوی، بےخود دہلوی، باقر علی داستان گو، مولوی محمد اسحاق رام پوری، مولانا الطاف حسین حالی، ڈپٹی نذیر احمد دہلوی، سید احمد دہلوی، منشی ذکاءاللہ، ابوالکلام آزاد، مولانا شبلی نعمانی، اکبر الہ آبادی، علامہ راشد الخیری، خواجہ حسن نظامی، علامہ اقبال، علامہ سید سلیمان ندوی، جگر مراد آبادی اور مولوی

عبدالحق جیسے فضلاء کو نہ صرف دیکھا بلکہ ان کی صحبت سے مستفید بھی ہوئے۔

اس تمام عرصے میں ان کے جن حضرات سے تعلقات و مراسم رہے ان میں مختلف مذاہب، طبقۂ فکر اور مختلف مراتب کے لوگ ہیں۔ ان سب سے برنی کی خط و کتابت بھی رہی۔ برنی نے اپنی زندگی کے آخری زمانے میں اپنے نام ذخیرۂ خطوط سے ''خطوط مشاہیر'' کے عنوان سے ایک انتخاب مرتب کیا تھا جسے وہ شائع کرنا چاہتے تھے اسی غرض سے انھوں نے حواشی بھی لکھے تھے تاہم ان کی زندگی میں اس کی نوبت نہ آئی۔

حسنِ اتفاق کہ برنی پر تحقیق سرگرمیوں کے دوران وہ اہم ذخیرہ بازیافت ہوا جس سے برنی نے مذکورہ انتخاب مرتب کیا تھا۔ اس ذخیرے میں مشاہیر کے تقریباً ڈیڑھ ہزار سے زائد خطوط ہیں۔ میرے اندازے کے مطابق یہ تعداد بھی مکمل نہیں ہے، اصل تعداد اس سے کہیں زیادہ ہوگی۔ ان خطوط میں سے چند کے سوا باقی تمام غیر مطبوعہ ہیں۔ (۱۴) بڑی تعداد اردو خطوط پر مبنی ہے جب کہ انگریزی میں بھی خاصے خطوط ہیں۔ یہ خطوط ۱۹۱۳ء سے ۱۹۶۹ء کی زمانی مدت کو محیط ہیں۔ مکتوب نگاروں میں ادبی، سیاسی اور سماجی شخصیات کے علاوہ برنی کے اساتذہ ہم جماعت، دوست احباب اور عزیز و اقارب بھی شامل ہیں۔

چند اہم مکتوب نگاروں کے نام پیش کیے جاتے ہیں:۔

مولانا اسلم جیراجپوری، شبلی نعمانی، بےخود دہلوی، علامہ اقبال، خواجہ حسن نظامی، سید سلیمان ندوی، مولانا محمد علی جوہر، اکبر الہ آبادی، مولانا عبدالماجد دریابادی، جگر مرادآبادی، علامہ نیاز فتح پوری، خواجہ غلام السیدین، امداد صابری، احسن مارہروی، مولانا ماہر القادری، جلیل قدوائی، رشید احمد صدیقی، ابوالاثر حفیظ جالندھری، سید رئیس احمد جعفری، ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں، آل احمد سرور، فرمان فتح پوری، اسلم فرخی، عبداللطیف اعظمی، عندلیب شادانی، سید صباح الدین عبدالرحمٰن، عابد رضا بیدار، ڈاکٹر خلیق انجم، محمد طفیل، شاہد احمد دہلوی، منشی پریم چند، محمد مارماڈیوک پکتھال، برناڈ شا، سی ایف اینڈریوز۔

ان خطوط سے برنی کے دائرۂ تعلقات و مراسم کا پتا چلتا ہے۔ یہ خطوط جہاں برنی کے سوانح اور ان کی علمی و ادبی خدمات کے حوالے سے اہم ماخذ کی حیثیت رکھتے ہیں وہاں مکتوب نگاروں کے سوانح، فکر اور احباب سے ربط و تعلق کے معاملات پر بھی نئے پہلو سے روشنی ڈالتے ہیں۔ علاوہ ازیں ایک بڑے عہد کے سماجی، سیاسی، علمی، ادبی اور تنقیدی منظر نامے کو بھی اجاگر کرتے ہیں۔

مولانا محمد علی جوہر کے اخبار ''ہمدرد'' سے برنی کی وابستگی بحیثیت ''سب ایڈیٹر'' برنی ہی کے بیان تک محدود تھی۔ (۱۵) اس بنا پر ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہاں پوری نے اس ضمن میں تشکیک کا اظہار کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:۔

> ''برنی صاحب نے ہمدرد کی مجلس ادارت سے بہ حیثیت نائب مدیر اپنی وابستگی کا ذکر خود ہی کیا ہے۔ ملا واحدی یا مولانا عبدالماجد دریابادی نے جو ہمدرد کی مجلس ادارت کے متعلق معلومات کا آج سب سے بڑا اور مستند ماخذ ہیں، ان کے بارے میں بالکل ذکر

نہیں کیا۔‘‘(۱۶)

اولاً دو شہادتیں فوری طور پر پیش کی جاسکتی ہیں ایک یہ کہ برنی کے انتقال پر ملا واحدی نے ایک مضمون بعنوان ’’ملا واحد کے قلم سے‘‘ لکھا تھا جس میں انہوں نے برنی کو سب ایڈیٹر ہی لکھا ہے۔(۱۷) دوسری شہادت یہ کہ برنی نے اپنی تصنیف ’’عظمتِ رفتہ‘‘ میں جب اس امر کا اظہار کیا تو مذکورہ کتاب کے پیش لفظ میں مولانا عبدالماجد دریا بادی نے برنی کے اس دعوے کی تردید نہیں کی۔(۱۸)

اس ذخیرے میں برنی کے نام ایک خط ایسا بھی ہے جو کامریڈ کے لیٹر پیڈ پر دفتر ہمدرد سے جاری ہوا تھا اور جس میں ادارتی عملے میں کمی کرنے کی غرض سے، انہیں ایک ماہ پیشتر سبک دوش کیے جانے کی اطلاع دی گئی تھی۔(۱۹) برنی کے نام قاضی عبدالعزیز سب ایڈیٹر ’’ہمدرد‘‘ کا ۱۴ نومبر ۱۹۱۴ء کا وہ خط بھی مذکورہ ذخیرے میں شامل ہے جس میں انہوں نے لکھا تھا کہ ’’آپ کی پریشانیِ حالت سے مجھے بہت صدمہ ہوا۔ میں نے آپ کو مدرسہ اسلامیہ کی ملازمت قبولنے پر توجہ دلائی تھی مگر آپ نے اس وقت ایڈیٹری کی شان کو کبیر سمجھا۔‘‘ چناں چہ ذخیرے میں موجود ان خطوط سے برنی کی سب ایڈیٹری کا مسئلہ حل ہو جاتا ہے۔

انہی خطوط میں احسن مارہروی کے چودہ خط شامل ہیں۔ یہ خطوط نہ صرف غیر مطبوعہ ہیں بلکہ ان میں احسن کی خانگی اور ذاتی زندگی سے متعلق وہ دردانگیز باتیں آگئی ہیں جو اَب تک پردۂ خفا میں تھیں، مزید یہ کہ احسنؔ کے تعلقات اپنے تلمیذِ عزیز مصطفیٰ خاں مداحؔ (احمق) پھپھوندوی سے کس طرح خراب ہوئے اور کس طرح انہوں نے ان کے باعث اذیت و ہزیمت اٹھائی۔

یہ امر بھی اہل علم سے پوشیدہ تھا کہ برنی ہی نے مولانا ماہر القادری کو ۱۹۴۱ء میں ’’بزمِ خیال‘‘ کے تحت ہونے والے مشاعروں کے ذریعے بمبئی کی ادبی سرگرمیوں میں متعارف کروایا۔(۲۰) ماہرؔ کے خطوط میں اور بھی کئی باتیں کام کی آگئی ہیں۔

محمد طفیل مدیر ’’نقوش‘‘ کے خطوط بہت دل چسپ ہیں جن سے ان کی بے تکلفی اور زندہ دلی پھوٹ پھوٹ رہی ہے۔ مثلاً ’’امید ہے آپ چہک ہی رہے ہوں گے‘‘۔ ’’امید ہے قہقہے اُڑا رہے ہوں گے اور ’بوڑھا نوجوان‘ خوش ہوگا۔‘‘(۲۱)

ملا واحدی اپنے خطوط میں اپنے ہاں ہونے والی جمعہ وار نشستوں میں برنی کو شرکت کی بہ اصرار دعوت دیتے ہوئے اور حیرتؔ شملوی کا تذکرہ بھی کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اَنیس شاہ جیلانی کے خطوط میں بھی حیرتؔ شملوی کا تذکرہ کثرت سے ہے۔ اَنیس شاہ جیلانی کے خطوط سے پتا چلتا ہے کہ حیرتؔ کے انتقال کے بعد ان کے خطوط کی جمع آوری میں برنی کا اہم کردار رہا ہے۔ اب یہ خطوط اَنیس شاہ جیلانی کے پاس محفوظ ہیں اور غالباً تا حال شائع نہیں ہوئے ہیں۔ شاہد احمد دہلوی کے ایک خط میں حیرت شملویؔ کا تذکرہ اس تفصیل سے آیا ہے کہ اس کی حیثیت مختصر مضمون

کی سی ہوگئی ہے۔

مذکورہ ذخیرے میں ایسے خطوط بھی ہیں جن سے پتا چلتا ہے کہ برنی نے اردو اور انگریزی میں کیسے کیسے عنوانات اور موضوعات پر قلم اٹھایا اور ان کی تحریریں برصغیر کے کن کن رسائل و جرائد میں شائع ہوئیں۔

یہ خطوط اس امر کی شہادت بھی دیتے ہیں کہ بمبئی کا مشہور انگریزی اخبار ''بمبئی کرانیکل''، ''الناظر'' لکھنو، دیا نرائن نگم کا ''زمانہ''، خواجہ حسن نظامی کا ''منادی''، محمد طفیل کا ''نقوش''، شاہد احمد دہلوی کا ''ساقی'' اور اختر شیرانی کا ''بہارستان'' وغیرہ انہیں بہ اصرار لکھنے کی دعوت دیتے ہیں۔

خطوط سے برنی کی اس اخلاقی خوبی کا بھی پتا چلتا ہے کہ وہ اپنی کسی کتاب یا رسالے میں کسی کتاب یا رسالے سے کوئی عبارت یا اشعار بلا اجازت نقل کرنا نہیں چاہتے چنانچہ صاحبِ کتاب، صاحبِ مضمون اور یا مدیر رسالہ سے اس کی اجازت لینا اپنا اخلاقی فرض سمجھتے ہیں اور اس کے بعد ہی وہ اسے نقل کرتے ہیں۔

جب انہوں نے اپنی کتاب ''اخباری لغات'' کا انتساب علامہ اقبال کے نام کرنا چاہا تو اس سلسلے میں اقبال سے خط و کتابت کی اور اقبال کی اجازت کے بعد ہی کتاب کو ان سے منسوب کیا۔(۲۲)

ان خطوط میں برنی اور برنی کی تصانیف کے بارے میں مشاہیر کی آرا بھی سامنے آئی ہیں۔ برنی کے بچپن کے دوست، مشہور صحافی اور مجاہدِ آزادیِ ہند عارف ہسوی کا وہ آخری خط بھی اسی ذخیرے میں محفوظ ہے، جو انہوں نے اپنے انتقال سے چند دن قبل لکھا تھا اور اس میں انہوں نے نہایت مایوسی اور افسردگی کے عالم میں برنی سے دعا کی درخواست کی تھی۔

اقبال اور اقبالیات کے ذیل میں بھی بعض اہم باتیں ان خطوط میں پائی جاتی ہیں۔ اس ضمن میں برنی کی دلچسپی اور شوق اور اقبال سے ان کی محبت و عقیدت کا بڑا واضح اظہار ہوتا ہے۔ شاہد احمد دہلوی اپنے خطوط میں ساقی کے ''جوش نمبر'' کے لیے سرگرم نظر آتے ہیں۔ علاوہ ازیں جوش ملیح آبادی کے حوالے سے شاہد احمد دہلوی اور صہبا لکھنوی کی چشمک کا اظہار بھی ہوتا ہے۔

اسی ذخیرے میں برنی کے والد منشی محمد الدین کے نام مولانا الطاف حسین حالؔی کا بھی ایک خط ہے۔ اس غیر مطبوعہ خط سے منشی محمد الدین اور حالی کے دیرینہ اور گہرے تعلقات کا پتا چلتا ہے اور برنی کے بیان کی تصدیق ہوتی ہے۔ ایک اقتباس نقل کیا جاتا ہے جس کا موضوع برنی ہی ہیں۔ حالؔی کے طرزِ تحریر سے برنی کے لیے کس درجہ شفقت و محبت کا اظہار ہوتا ہے۔ یہ امر قابلِ مطالعہ ہے:۔

> ''الحمدللہ ثم الحمدللہ کہ ضیاء الدین احمد صاحب بی اے کے امتحان میں پاس ہوگئے ہیں۔ وہ دو تین دفعہ دلی میں مجھ سے ملے ہیں۔ نہایت لایق اور ہونہار نوجوان ہیں۔ اب ان کو ایسا پیشہ سکھانا چاہیے جس سے ان کی طبیعت کو زیادہ مناسبت اور جس کام کی ان میں کافی قابلیت ہو۔ اور اس کا فیصلہ وہ خود ہی کر سکتے ہیں۔ ان کی طبیعت کا میلان

خودان کا رہ نما ہوگا۔ مجھے ضرور مطلع کیجئے گا کہ وہ منجملہ لا، انجینئرنگ، میڈیسن، وغیرہ
کے کون سا پیشہ اختیار کرنے کی طرف راغب ہیں۔ خاکسار الطاف حسین حالی
۳/اگست ۱۹۱۳ء۔''

الغرض متعدد خطوط ایسے ہیں جو علاحدہ علاحدہ مضمون کا تقاضا کرتے ہیں۔اس مقالے میں طوالت کے خوف سے ذخیرۂ خطوط کا محض تعارف پیش کیا گیا ہے۔ان شاء اللہ موقع کی مناسبت سے نہ صرف تفصیلاً جائزہ لیا جائے گا بلکہ تمام خطوط کو مرتب و مدون کیا جائے گا۔اب چند خطوط بہ طور نمونہ پیش کیے جاتے ہیں:

علامہ شبلی نعمانی:

مولانا ضیاء الدین احمد برنی (۲۳)
مجی تسلیم!
آپ تحریر فرمائیں کہ کس قدر منظور فرمائیں گے اور کتنے دنوں تک کام اسٹاف میں رہ سکیں گے۔آج کل میں کئی مہینے [تک] بمبئی میں رہوں گا، کیا آپ بمبئی آنا پسند کریں گے۔
از بمبئی، پالن جی کا ہوٹل
۳۱ مئی ۱۹۱۳ء (۲۴)

قاضی عبدالعزیز منصور پوری (۲۵) (اخبار ''ہمدرد'' کے سب ایڈیٹر):

۴ نومبر ۱۹۱۴ء

مائی ڈیر ضیاء الدین۔السلام علیکم۔نوازش نامہ گرامی ملا۔مشکور کیا۔غالبًا دو مہینہ ہوئے ہوں گے یا کچھ دن زائد کہ میں نے ایک ہفتہ کے اندر اندر آپ کو دو خط لکھے اور ان دونوں میں ٹکٹ جاپان اور شاید انگلستان کے بھی تھے ملفوف کیے تھے۔مگر کوئی رسید نہ ملی انہی دنوں میں مجھے یہ معلوم ہوا کہ ''ہمدرد'' سے آپ کا تعلق قطع ہونے کو ہے، اس لیے میں نے یہ خیال کر کے کہ ایسی گم شدگی کی حالت میں مکتوب نویسی بکار آمد نہیں ہے، خاموشی اختیار کر لی۔ یہاں تک کہ آپ کا مبارک نامہ مع کیفیت حال آں کب پٹیالہ سے ہوتا ہوا منصور پور (وطن مالوف) میں عید سے اگلے روز ملا آپ سمجھ سکتے ہیں کہ آپ کے خط اور اس کے مضمون سے قدر خوش گوار و تلخ واقعات ماقبل کا جو آپ اور دیگر احباب و کرم فرمایانِ دہلی کی صحبت میں پیش آتے رہے، نقشہ کھنچ گیا ہوگا۔مگر احباب میں سے مجھے سید شوکت (۲۶) سے بہت شکایت ہے۔ان کے ساتھ حکیم محمد علی صاحب سے بھی۔انہوں نے تو شاید ان کی محبت کا دم بھرا ہو۔ان کے ذمے بھی میرے دو دو خطوط کا جواب باقی ہے۔اس سے زیادہ مجھ سے کوتاہ قلم سے کوئی کیا توقع کر سکتا ہے! خیر کبھی دہلی آنا ہوا تو ان صاحبوں کو آڑے ہاتھوں لوں گا۔

آپ کی پریشانیِ حالات سے مجھے بہت صدمہ ہوا۔(۲۷) میں نے آپ کو مدرسہ اسلامیہ کی ملازمت قبول نے پر توجہ دلائی تھی مگر آپ نے اس وقت اڈیٹری کی شان کو کبیر سمجھا (۲۸)۔خیر اس میں بھی خدا کی مصلحت ہے۔

اللہ پاک سے دعا ہے کہ وہ جلد آپ کو سرکار دولت مدار کے حاشیہ برداروں میں منسلک کرے۔ آمین۔۔۔۔

صحت کے لحاظ سے میرے حق میں یہ اچھا ہوا کہ ''ہمدرد'' سے قطع تعلق ہو گیا، مگر ہمدرد نے میرا کاروبار پٹیالہ کا سب ناس کر دیا۔ مسٹر محمد علی سے مجھے اس قدر بے رخی کی توقع نہ تھی۔ حقیقت میں جو لوگ انتظامی امور میں اپنی کوئی رائے نہیں رکھتے وہ کبھی نیک وبد میں تمیز بھی نہیں کر سکتے۔ ہاں اب ہمدرد کی مالی حالت تو سدھر گئی ہوگی۔۔۔۔(۲۹)

عبدالعزیز

ملا واحدی:

کراچی۔۹ جمادی الاول ۱۳۸۴ھ

مکرمی۔السلام علیکم

کل شام کو مولانا رازق الخیری صاحب آ گئے تھے۔ میں نے ان سے کہا کہ حیرت صاحب کے انتقال کی خبر آپ تک پہنچا دیں۔ آج آپ کے خط سے معلوم ہوا کہ خبر پہلے ہی پہنچ چکی ہے۔ مرحوم میرے پاس مہینے میں ایک دو پھیرے ضرور کر لیا کرتے تھے۔ پچھلے مہینے تشریف لائے فرمایا: آج میں اپنا کلام نہیں سناؤں گا اللہ کا کلام سناؤں گا۔ ہمیں معلوم نہیں تھا کہ وہ قرآن مجید اتنا اچھا پڑھ سکتے ہیں۔ آخری خط ان کا مجھے غالباً ۱۸/اکتوبر کو ملا تھا، ۹ کو انتقال ہو گیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ ایسا صابر وشاکر انسان میں نے نہیں دیکھا۔

جلیل قدوائی صاحب کہتے تھے کہ آپ آنے والے ہیں۔ آتے آتے کیوں رک گئے؟

دعا گو

واحدی

برنی کے نام ملا واحدی کے گیارہ خط ہیں جب کہ برنی نے اپنے انتخاب میں دو خط شامل کیے۔ ان تمام خطوط میں کتابی دنیا، مضامین کے تذکرے ہیں۔ واحدی صاحب کے ہاں ہونے والی محفلوں میں برنی کو دعوت دی گئی ہے، گزری ہوئی اور بھولی بسری یادیں ہیں اور گزر جانے والوں کا ماتم ہے۔

محمد طفیل مدیر ''نقوش''

برادرم

بالآخر آپ نے مضمون بھیجا (۳۰)۔ میں خوش ہو گیا۔ اگر آپ ذرا اور تفصیل میں جاتے تو اور اچھا ہوتا۔ موجودہ صورت میں یہ مضمون تشنہ رہا جا رہا ہے۔ موضوع اچھا ہے۔ اس کے ساتھ اور یگانگی برتی جانی چاہیے تھی۔

میں اس موضوع پر اور مواد مہیا کرنے کی فکر میں ہوں۔ مل گیا تو پیش کر دوں گا اور اس مضمون کو مکمل کراؤں

گا۔ آپ بھی ٹوہ میں رہیں۔

امید ہے قہقہے اُڑا رہے ہوں گے اور ''بوڑھا نوجوان'' خوش ہوگا۔

مرحوم انجمن (۳۱) کا چہلم کر ڈالیے۔

آپ کا۔ محمد طفیل

۲۷/مارچ ۱۹۶۳ء

شاہد احمد دہلوی:

حضرتِ مکرم! سلام مسنون

عنایت نامہ ملا۔ شکریہ۔ میں نے از راہِ مزاح لکھا تھا کہ آپ کو جوش صاحب کا مضمون پسند آیا۔ (۳۲) صہبا صاحب نے باوجود تقاضوں کے پرچہ نہیں بھیجا بلکہ مجھے ڈانٹ دیا ٹیلیفون پر کہ گھبراہٹ کا ہے کی ہے؟ کل شمس صاحب اُن کے دفتر گئے۔ میرے لیے پرچہ مانگا تو انہوں نے کہا ضمیمہ چھپ رہا ہے، بھیج دوں گا چنانچہ شمس صاحب نے اُن سے پرچہ خرید کر مجھے پہونچایا۔ رات کو میں نے مضمون پڑھا۔ طبیعت سخت متنفر ہوئی۔

میں نے ویزا کے لیے درخواست دے دی ہے۔ اگلے مہینے دلی جاؤں گا اور وہاں سے اُن کے مکمل حالات معلوم کر کے آؤں گا۔ ساقی کا جوش نمبر شائع کرنے کا ارادہ کرلیا ہے تا کہ ان کا دوسرا رُخ پوری طرح سب کے سامنے آجائے۔ اس کے لیے مجھے ''اچھے اچھے'' مضمون مل جائیں گے۔ میں بہتر جواب الجواب لکھ سکوں گا۔ آپ تو صلح کُل آدمی ہیں۔ میں ایسے۔۔۔۔۔ (۳۳) کو معاف نہیں کرسکتا۔

ایک آدھ روز میں حاضرِ خدمت ہوں گا۔

خدا کرے کہ آپ جلد اچھے ہوجائیں۔

خاکسار

شاہد احمد دہلوی

حواشی وتعلیقات

۱۔ عظمتِ رفتہ (ترمیم شدہ) از ضیاء الدین احمد برنی، غیر مطبوعہ، ص ۴۵۳

۲۔ عظمتِ رفتہ، کراچی، تعلیمی مرکز، ۱۹۶۱ء، ص ۴۶۱

۳۔ ''منشی محمد الدین''، عظمتِ رفتہ، محولہ بالا، ص ۴۵۹

۴۔ مکاتیبِ ابوالکلام آزاد، ترتیب ومقدمہ، ابوسلمان شاہجہاں پوری، کراچی، اردو اکیڈمی سندھ، ۱۹۶۸ء، ص ۱۵

۵۔ تاریخ صحافت اردو، امداد صابری، جلد ۵، ۱۹۸۳ء، ص ۸۴۷

۶۔ صحافت اور جمہوریت، ''برعظیم میں ہماری سیاست''، علاءالدین خالد، مترجمہ: نیر علوی، کراچی، اردو اکیڈمی سندھ، ستمبر ۱۹۶۸ء، ص ۱۲۹، ۱۳۱

۷۔ میرے زمانے کی دلی، ملا واحدی، انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی ۲۰۰۰ء، ص ۱۴۷

۸۔ ''بابائے خطاطی استاد محمد یوسف دہلوی''، محمد رضی دہلوی، کتابی دنیا، کراچی، فروری، مارچ ۱۹۹۱ء، ص ۱۳

۹۔ ''خواجہ حسن نظامی''، عظمت رفتہ، محولہ بالا، ص ۲۲

۱۰۔ حیاتِ مولانا محمد علی جوہر، ضیاءالدین احمد برنی، کراچی، اردو اکیڈمی سندھ، مارچ ۲۰۰۱ء، ص ۱۳

۱۱۔ عظمتِ رفتہ، محولہ بالا، ص ۲۰۷، ۲۸۱

۱۲۔ ایضاً

۱۳۔ Romance of the Oriental translator's Office (Bombay)، ضیاءالدین احمد برنی، طبع اول، کراچی، تعلیمی مرکز، ۱۹۵۰ء

۱۴۔ میرے علم کے مطابق برنی کے نام مشاہیر کے خطوط میں سے صرف اقبال کے خطوط شائع ہو کر منظر عام پر آ چکے ہیں۔ برنی نے اپنی زندگی میں اپنے نام علامہ اقبال کے خطوط اقبال اکیڈمی بھجوا دیے تھے چناں چہ اردو خطوط ''کلیاتِ مکاتیبِ اقبال''، مرتبہ سید مظفر حسن برنی، جلد اول، دوم، اردو اکادمی دہلی، میں شائع ہو گئے ہیں جب کہ انگریزی زبان میں ایک خط بشیر احمد ڈار کی کتاب Letters of Iqbal، اقبال اکادمی پاکستان، ۱۹۷۸ء، لاہور، میں شائع ہو گیا ہے۔

۱۵۔ عظمتِ رفتہ، محولہ بالا، ص ۴۸۔ یہ تذکرہ برنی نے بلا خوفِ تردید ہر اس مقام پر کیا جہاں مولانا محمد علی جوہر یا ''ہمدرد'' کا ذکر آیا۔

۱۶۔ مولانا محمد علی اور ان کی صحافت، ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہان پوری، کراچی ادارہ تصنیف و تحقیق پاکستان، اول دسمبر ۱۹۸۳ء، ص ۹۵

۱۷۔ ''ملا واحدی کے قلم سے''، ملا واحدی، روزنامہ جنگ کراچی، مئی ۱۹۶۹ء

۱۸۔ ''پیش لفظ''، عظمتِ رفتہ، محولہ بالا

۱۹۔ یہ بات اس سے قبل مخفی رہی تھی کہ ''ہمدرد'' سے برنی کا تعلق کس طرح منقطع ہوا۔

۲۰۔ ''مولانا ماہر القادری اور ضیاءالدین احمد برنی''، رفیق احمد خان، سہ ماہی نوائے ادب، انجمنِ اسلام اردو ریسرچ انسٹیٹیوٹ، ممبئی، اکتوبر ۲۰۰۶ء، ص ۳۶-۳۲

۲۱۔ بالترتیب محررہ ۲۱/اکتوبر ۱۹۶۲ء، ۲۷/مارچ ۱۹۶۳ء

۲۲۔ کلیاتِ مکاتیبِ اقبال مرتبہ سید مظفر حسن برنی، جلد اول، اردو اکادمی، دہلی، ص ۳۶۰

۲۳۔ شبلی کی اس وقت تک چوں کہ برنی سے ملاقات نہیں ہوئی تھی لہٰذا انہوں نے برنی کو مولانا کے لقب سے مخاطب کیا۔

۲۴۔ مشمولہ ''باقیاتِ شبلی''، مجلسِ ترقی ادب، لاہور، ۱۹۶۵ء، ص ۲۱۲۔ یہ خط جس زمانے میں لکھا گیا اس زمانے میں برنی

دہلی میں مقیم تھے اور اخبار ہمدرد سے وابستہ تھے۔ خط کے مندرجات سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ خط برنی کے خط کے جواب میں لکھا گیا ہے جو کہ دست یاب نہیں۔

برنی نے اس معاملے کی تفصیل ''عظمتِ رفتہ'' میں یوں لکھی ہے ''۱۹۱۲ء میں جب علامہ شبلی نے سیر نبوی کے سلسلے میں اپنا پروگرام شائع کیا تو اس وقت انہوں نے انگریزی دان حضرات کو بھی عملے میں شریک ہونے کی دعوت دی۔ راقم الحروف بھی درخواست دینے والوں میں تھا۔ اس سلسلے میں میری ان سے کچھ وخط وکتابت بھی ہوئی تھی۔ علامہ کا ایک خط میرے پاس محفوظ رہ گیا ہے۔'' مزید لکھتے ہیں ''مجھے اب یاد نہیں رہا کہ میں نے اس آفر کو قبول کرنے سے کیوں انکار کردیا تھا لیکن مجھے آج تک افسوس ہے کہ میں نے کیوں نہ اپنے آپ کو ان کے دامن سے وابستہ کرلیا۔ (عظمتِ رفتہ، ضیاءالدین احمد برنی، کراچی، تعلیمی مرکز، ۱۹۶۱ء، ص ۲۶۹-۲۶۸)

۲۵۔ ابوسلمان شاہجہان پوری اخبار ''ہمدرد'' دہلی کے دورِ اول کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: دوراول کے سب ایڈیٹروں میں قاضی عبدالغفار مرادآبادی، عارف ہسوی، قاری عباس حسین، محمد فاروق دیوانہ گورکھپوری، قاضی عبدالعزیز منصور پوری کے نام آتے ہیں (مولانا محمد علی اور ان کی صحافت، ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہان پوری، ادارہ تصنیف وتحقیق پاکستان، کراچی، دسمبر ۱۹۸۳ء، ص ۹۱)۔ ''ہمدرد'' دہلی کی مجلس ادارت سے تعلق و وابستگی کا تذکرہ ضیاءالدین احمد برنی نے بھی عظمتِ رفتہ صفحہ ۴۹ پر کیا ہے۔ قاضی عبدالعزیز منصور پوری اور برنی کا تعلق ہمدرد کے پہلے دور تھا۔

۲۶۔ ملا واحدی نے ''میرے زمانے کی دلی'' میں انہیں رئیس الاحرار محمد علی کا پرسنل اسسٹنٹ لکھا ہے۔ دیکھئے (ملا واحدی، میرے زمانے کی دلی، انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی، ۲۰۰۰ء، ص ۲۰۸)۔ ماہنامہ سب رس کراچی کے سید سجاد نمبر میں بھی تذکرہ ہے وہ ڈاکٹر سید سجاد دہلوی کے چھوٹے بھائی تھے)۔

۲۷۔ اخبار سے علیحدگی کے بعد کچھ عرصے تک برنی کسی دوسری ملازمت کی تلاش میں سرکاری دفاتر کے چکر کاٹتے رہے۔ اس سلسلے میں سید احمد امام جامع مسجد دہلی اور سید احمد مؤلف ''فرہنگ آصفیہ'' کا تعاون بھی رہا تاہم کامیابی نہیں ہوئی۔ برنی کے علم میں یہ بات خاصے عرصے بعد آئی کہ چیف کمشنر دہلی نے خفیہ حکم نامہ جاری کردیا تھا کہ اخبار ''ہمدرد'' اور ''کامریڈ'' سے وابستگان کو دہلی میں سرکاری ملازمت نہ دی جائے۔ چناں چہ اس اثنا میں انہوں نے ٹیوشن پڑھا کر آمدن کا ذریعہ پیدا کرلیا۔ (''میری زندگی کے بارے میں'' (غیر مطبوعہ) از برنی مرقومہ ۲۲/اگست ۱۹۶۸ء، ص ۵)

۲۸۔ اس خط سے اُس امر کی بھی تصدیق ہوجاتی ہے کہ برنی ہمدرد کے ابتدائی دور میں اس کی مجلس ادارت میں سب ایڈیٹر تھے محض رپورٹر نہیں تھے۔ سوائے ابوسلمان شاہجہان پوری کے کسی نے برنی کے اس بیان کی تردید نہیں کی جو انہوں نے عظمتِ رفتہ میں اپنے آپ سے متعلق دیا ہے۔ برنی اپنے اس قول میں اس قدر صادق تھے کہ بلاخوفِ تردید، عظمتِ رفتہ ہی کیا جہاں جہاں مولانا محمد علی جوہر کا تذکرہ کیا یا جہاں اخبار ہمدرد کا ذکر آیا اپنے آپ کو سب ایڈیٹر ہی لکھا۔ ابوسلمان شاہجہان پوری نے برنی کے عظمتِ رفتہ والے بیان میں شبہ ظاہر کیا ہے۔ (دیکھئے: مولانا محمد علی اور ان کی صحافت، ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہان پوری، ص ۹۵) اسی کتاب میں اس کا سبب یہ تحریر کیا ہے کہ ''ملا واحدی یا مولانا عبدالماجد دریابادی نے جو ہمدرد کی مجلس ادارت کے متعلق معلومات کا آج سب سے بڑا اور مستند ماخذ ہیں، ان کے

بارے میں بالکل ذکر نہیں کیا۔'' مولانا عبدالماجد دریابادی کا تعلق ہمدرد کے دور ثانی (نومبر ۱۹۲۴ء) سے تھا (مولانا محمد علی اور ان کی صحافت، ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہان پوری، ص ۹۸) اور ملا واحدی کا اخبارِ ہمدرد سے براہِ راست کبھی کوئی تعلق نہیں رہا چناں چہ اگر انھوں نے اس امر کا تذکرہ نہیں کیا تو اس سے یہ نتیجہ اخذ کرنا کہ برنی سب ایڈیٹر نہیں تھے مناسب نہیں، یہ امر بھی نظر میں رہنا چاہیے کہ مولانا عبدالماجد دریابادی نے عظمتِ رفتہ کا پیش لفظ لکھا اور کسی تحریر میں حتیٰ کہ برنی کے نام اپنے خطوط میں بھی برنی کے اس بیان کی تردید نہیں کی۔ علاوہ ازیں شاہجہان پوری صاحب نے اپنی مذکورہ تصنیف میں جا بہ جا برنی کی عظمتِ رفتہ سے مستند حوالے دیے ہیں۔

۲۹۔ یہ ایک طویل خط ہے، طوالت کے پیشِ نظر اسے مختصر پیش کیا گیا ہے۔

۳۰۔ نقوش میں برنی کا ایک مضمون ''میں نے جولڑائیاں دیکھیں'' ۱۹۶۵ء میں شائع ہوا تھا ممکن ہے یہی مضمون ہو جسے دو سال تک مکمل کیا گیا۔

۳۱۔ یہ اشارہ انجمن ادبی رسائل پاکستان کی جانب ہے، برنی اس انجمن کے جنرل سیکرٹری اور جوائنٹ سیکرٹری رہے تھے۔ (کتابی دنیا فروری ۱۹۶۲ء اپریل ۱۹۶۵ء، ص ۷)

۳۲۔ یہ اشارہ صہبا لکھنوی کے پرچے افکار کے جوش نمبر میں شائع ہونے والے کسی مضمون کا ہے جس پر برنی نے اپنی پسندیدگی ظاہر کی تھی۔

۳۳۔ اصل خط میں بھی اسی طرح ہے۔

کتابیات

۱۔ ابوسلمان شاہجہان پوری، ڈاکٹر: ''مولانا محمد علی اور ان کی صحافت، کراچی، ادارہ تصنیف و تحقیق پاکستان، اول دسمبر ۱۹۸۳ء

۲۔ ابوسلمان شاہجہان پوری، ڈاکٹر: مکاتیب ابوالکلام آزاد، کراچی، اردو اکیڈمی سندھ، ۱۹۶۸ء

۳۔ امداد صابری: تاریخ صحافت اردو، جلد ۵، ۱۹۸۳ء

۴۔ بشیر احمد ڈار: Letters of Iqbal، اقبال اکادمی پاکستان، لاہور

۵۔ سید مظفر برنی: کلیاتِ اقبال، جلد اول، اردو اکادمی، دہلی

۶۔ ضیاءالدین احمد برنی: Romance of the Oriental translator's Office (Bombay)، کراچی تعلیمی مرکز، ۱۹۵۰ء

۷۔ ضیاء احمد برنی: عظمتِ رفتہ، کراچی، تعلیمی مرکز، ۱۹۶۱ء

۸۔ ضیاءالدین احمد برنی: حیاتِ مولانا محمد علی جوہر، کراچی، اردو اکیڈمی سندھ، مارچ ۲۰۰۱ء

۹۔ علاءالدین خالد: صحافت اور جمہوریت، مترجمہ: نیز علوی، کراچی، اردو اکیڈمی سندھ۔

۱۰۔ ملاواحدی: میرے زمانے کی دلی، انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی، ۲۰۰۰ء

اخبارات ورسائل

۱۔ الماس (سالانہ مجلّہ)، شعبہ اردو، شاہ عبداللطیف یونیورسٹی، خیر پور سندھ، شمارہ-۹، ۲۰۰۷ء
۲۔ جنگ (روزنامہ) کراچی، مئی ۱۹۶۹ء
۳۔ کتابی دنیا، کراچی، فروری، مارچ ۱۹۹۱ء
۴۔ نوائے ادب (سہ ماہی)، انجمنِ اسلام اردو ریسرچ انسٹی ٹیوٹ، ممبئی، اکتوبر ۲۰۰۶ء